

ترقی کی جا سکتی ہے؟

ممتا بیبر جی 2011 سے ہندوستان کے صوبے، مغربی بنگال کی وزیر اعلیٰ ہیں۔ انتہائی متھرک اور ذہین سیاستدان۔ بہت کم لوگوں کو اندازہ ہے کہ انہوں نے جو گما یہ دیوی کانج سے مسلمانوں کی تاریخ میں ایم اے کیا ہوا ہے۔ اسکے علاوہ قانون اور تعلیم میں بھی ڈگری حاصل کر رکھی ہے۔ یہ خاتون کانگریس کے پلیٹ فارم پر بنگال میں نمایاں ہوئیں۔ گھر کے حالات یہ تھے کہ والد پر ملشو علانہ ہونے کی وجہ سے فوت ہوا۔ اس وقت ممتا بیبر جی سترہ برس کی تھی۔ 1984 سے شروع ہونے والا سیاسی کیسر آج تک جاری ہے۔ مرکزی حکومت میں بھی کوئی ایسی اہم وزارت نہیں جس پر یہ خاتون فائزہ رہی ہو۔ بیبر جی کی سیاسی پالیسی حد درجہ حیرت انگیز ہے۔ وزیر برائے کھیل کے طور پر اس نے بھرپور کوشش کی کہ اپنے ملک میں کھیلوں کی ترویج کرے۔ کامیاب نہ ہونے پر 1993 میں خود استعفی دے ڈالا کہ اپنے شعبہ میں بہتر کام نہیں کر سکی۔ وزیر برائے ریلوے کے طور پر حد درجہ محنت کے ساتھ اس نے نہ صرف اپنے ملکہ بلکہ پورے ہندوستان میں سیاحت کو حد درجہ فروغ دے ڈالا۔ ساری باتیں چھوڑ دیئے۔ اسکی وزارت اعلیٰ کے دور میں مغربی بنگال کی ترقی کی شرح 13 فیصد ہو گئی۔ پورے ہندوستان میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ صوبہ مغربی بنگال بن گیا۔ انتہائی سادگی سے رہنے والی اس وزیر اعلیٰ کے پاس چند ساڑھیاں اور درمیانے درجہ کی رہائشگاہ ہے۔ پورے خاندان میں اسکے علاوہ کوئی بھی سیاست میں نہیں ہے۔ اس نجیف نظر آنے والی خاتون نے چوتیس سالہ کیمونسٹ حکومت کو ہرایا جو کہ بذاتِ خود ایک ناممکن سیاسی کام نظر آتا تھا۔ خاتون نے پوری زندگی سیاست کی نظر کر دی۔ اسکی کوئی ذاتی زندگی نہیں۔ مغربی بنگال کو ترقی دینے کے خواب کو پورا کرنے کیلئے شادی تک نہیں کی۔ گزارش کرنے کا مقصد ہے کہ برصغیر میں ایسے سیاستدان موجود تھے اور ہیں جنہوں نے سیاست کو حقیقت میں خدمت سمجھ کر بنا لیا۔ آج بی جے پی، ہاتھ دھوکر پوری طاقت کے ساتھ اس وزیر اعلیٰ کے پیچھے پڑی ہے۔ ریاستی ایکشن میں وہ ممتا کو ہرانے کا ہر حرہ استعمال کر رہی ہے۔ امیت شاہ جیسا متعصب انسان، مغربی بنگال میں پڑا ڈالے ہوئے ہے کہ کسی بھی طریقے سے ریاستی ایکشن میں موجودہ وزیر اعلیٰ کو ہرایا جاسکے۔ مگر مغربی بنگال کے مقامی لوگ، اقلیتیں جانتی ہیں کہ بی جے پی دراصل کتنی متعصب اور اقلیتیں جس جماعت ہے۔ لہذا کچھ عرصے کے بعد ہونے والے ایکشن میں ممتا بیبر جی کے دوبارہ وزیر اعلیٰ بننے کے امکانات موجود ہیں۔ صوبے کو تیرہ فیصد تک ترقی دینے والی لیڈر ہرگز ہرگز معمولی نہیں ہو سکتی۔ سادگی بھی لوگوں کیلئے مثال ہے اور یہی سب کچھ اسکی سیاسی طاقت ہے۔ ہاں ایک اور بات، اس نے عام آدمی کو امید دی ہے کہ حالات بہتر ہو سکتے ہیں۔ غربت کم ہو سکتی ہے اور زندگی کو بہتر کیا جا سکتا ہے۔

پاکستان اور ہندوستان کی سیاست حد درجہ مختلف ہے۔ اگر متضاد بھی کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔ مگر ہر ملک کی طرح سیاسی قائدین کو اپنے علاقے، صوبے اور ملک میں ترقی کی منزل پر پہنچانے کا خواب یکساں ہے۔ ہمارے حکومتی قائدین بھی ملکی ترقی کے حساب سے اسی طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ مگر یہاں ہمیں ٹھہر کر گھرے طریقے سے سوچنے کی ضرورت ہے کہ ہم اس سیاسی پختگی کیوں حاصل نہیں کر پائے جو ہماری اقتصادی طاقت میں تبدیل ہو جائے۔ شرم کی بات تو یہ ہے کہ اگر گول پر دنیا کے کرپٹ ترین سیاسی رہنماؤں کی

غیر جانبدار فہرست دیکھیں، تو پاکستان کے سیاسی خاندان سب سے آگے نظر آئے گے۔ اگر ناجائز دولت کے کمانے والے سیاستدانوں کی لسٹ دیکھیں تو حیران ہو جائے گے کہ جمہوریت کے پاکستان چمپین ناجائز منی لانڈرنگ، کمیشن خوری اور ناجائز دولت کمانے والوں میں سرفہرست ہیں۔ ان سیاسی لوگوں کو ایک بار نہیں، بلکہ بار بار مسندِ اقتدار پر بٹھایا۔ مگر ہر باریہ پہلے سے زیادہ بحری قزاق ثابت ہوئے۔ انکے متعلق بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ عام آدمی کے حالات بہر حال، ان سیاسی خاندانوں کے ادوار میں بہتر نہیں ہوئے۔ مگر گلہ، شکوہ یا مرثیہ گوئی سے باہر نکل کر عملی حل سوچنا اصل کام ہے۔ عرض کرتا چلوں کہ موجودہ وزیر اعظم کی کارکردگی بھی قابل ستائش نہیں ہے۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیا کیا جائے۔ ملک کی اقتصادی شرح کو ایک فیصد سے بڑھا کر دس فیصد یا پندرہ فیصد تک کیسے لا جائے۔ کئی برسوں پر محیط دانشوروں، واعظوں، مقررتوں کی باتیں سن لیں یا پڑھ لیں، موجودہ بدحالی کو بہتر کرنے کیلئے لائچہ عمل کی نشاندہی حدد رجہ کم ہے۔

اس سوال کا کوئی آسان جواب نہیں ہے۔ چند دانشوروں نے اسے ہے۔ چند دانشوروں نے اسے ہے۔ اتنے قلیل عرصے میں کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ دلیل حقائق کی کسوٹی پر پوری نہیں اُترتی۔ ماضی سے مثال دیتا ہوں۔ بر صغیر میں ترقی کی حریت انگیز مثالیں شیرشاہ سوری نے قائم کی تھی۔ کیا آپ کو اندازہ ہے کہ اسکا دور حکومت کتنا طویل تھا۔ 1540 سے 1545 تک، صرف اور صرف پانچ برس۔ اتنے کم عرصے میں ترقی کی کون سی ایسی جہت ہے جس پر اس عظیم بادشاہ نے کام نہیں کیا۔ گزارش ہے کہ جن قائدین نے واقعی قوموں کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن کرنا ہوا، انکے لیے پانچ برس بھی بہت ہوتے ہیں اور جنہوں نے نعروں کے ذریعے لوگوں کو حلقہ بنانا ہوا، انکے لیے پنٹیس برس کا اقتدار بھی بہت کم ہوتا ہے۔ دور مت جائے۔ 2018 سے پہلے کے حالات دیکھیے۔ اس وقت عمران خان حدد رجہ عوامی مقبولیت کا حامل تھا۔ لوگوں نے اس شخص کو صرف اسیے ووٹ دیے تھے کہ ذاتی جدوجہد سے محیر العقول کارنا مے کرنے کا حوصلہ رکھتا تھا۔ لوگوں کے دل میں یقین تھا کہ اسکے پاس جادو کی چھڑی ہے جس سے وہ ملک کی تقدیر بدل دیگا۔ یقین فرمائیے جن لوگوں نے زندگی میں کبھی ووٹ نہیں ڈالا۔ 2018 کے ایکشن میں با قاعدہ قطار میں لگ کر اپنا حق رائے استعمال کیا۔ مگر اس وقت لوگوں کی اکثریت امید کی بجائے مایوسی کی طرف بڑھتی جا رہی ہے۔ ماضی کے سیاستدان، منفی کاموں کے گروہ ہیں۔ اپنی منفی جادوگری کے عروج پر ہیں۔ وہ موجودہ وزیر اعظم کا سیاسی بستر گول کرنا چاہ رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عمران خان کی ذات کی حد تک کوئی مالیاتی سکینڈل سامنے نہیں آیا۔ مگر انکے ساتھیوں کے متعلق حدد رجہ تشویشناک منفی باتیں سامنے آ رہی ہیں۔ جس طرح ڈھائی سال گزرنے کا پتہ نہیں چلا، بالکل اسی طرح اگلے دو ڈھائی سال بھی چیکیوں میں گز رجاں ہے۔ لہذا عمران خان کو حدد رجہ حقیقت پسندی اور سفا کیت کی حد تک اپنے سیاسی وعدوں پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ ممکن اور ناممکن کے درمیان پُل صراط والی کیفیت ہے اور عمران خان اگلے دو سال کیا کریگا، اس پر قطعی رائے نہیں دی جاسکتی۔

غور فرمائیے۔ اگر وزیر اعظم، اپنی سرکاری رہائشگاہ کو چھوڑ کر ایک کنال کی سادہ سے سرکاری گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں تو کیا اس سے سادگی کے بیانیے پر عملدار پر ثابت فرق نہیں پڑیگا۔ اگر غیر ملکی قیمتی گاڑیاں چھوڑ کر عام پاکستانی گاڑیوں کو استعمال کرنا شروع

کردیں، تو کیا یہ بہتر قدم نہیں ہوگا۔ کیا سیاسی وعدوں کے مطابق تمام گورنر ہاؤسوس کو عوام کیلئے یونیورسٹیاں قرار دینا کوئی غلط اقدام ہوگا۔ کیا قصر صدارت کی واقعی ہمیں ضرورت ہے۔ موجودہ صدر انتہائی عملیت پسند انسان ہیں۔ اگر سیاسی سطح پر فیصلہ ہو جائے اور انہیں ایک مناسب سرکاری رہائشگاہ میں منتقل ہونا پڑے، تو یہ حدد رجہ سودمند بات ہوگی۔ بالکل اسی طرح، ملک کی اقتصادی غربت کو مد نظر رکھ کروزارت اعلیٰ عائدین کی شاہانہ رہائشگاہ ہوں کو ختم کرنا غلط فیصلہ ہوگا۔ کیا سرکاری سطح پر لینڈ کروزراور مرسیڈز یز کے استعمال پر پابندی نہیں لگنی چاہیے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی ہمسایہ ملک کی مثال دے رہا ہوں۔ کیا آزادی کے بعد ہائیکوٹ تک ہندوستان کے وزیر اعظم اور تمام قائدین مقامی معمولی سی گاڑی استعمال نہیں کرتے رہے۔ موجودہ وزیر اعظم حدد رجہ مشکلات کا شکار ہیں۔ کیا یہ وقت نہیں کہ اقتصادی ٹیم سے پوچھا جائے کہ ملک کی ترقی اتنی کم کیوں ہو گئی ہے۔ روپے کی قدر اتنی گر کیوں گئی ہے۔ 2018 سے اگر صرف مہنگائی کا موازنہ کیا جائے تو افسوس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ خان صاحب سے ابھی تک لوگوں کو امید بندھی ہوئی ہیں۔ کیا وہ قومی اسٹبل اور سینٹ کے جوانٹ سیشن کرو اکر غیر معمولی قانون پاس نہیں کرو سکتے۔ کیا چیف جسٹس کے ساتھ بیٹھ کر نظام عدل کو فعال نہیں کیا جاسکتا۔ کیا پولیس اصلاحات کا ڈول نہیں ڈالا جاسکتا۔ کیا اندر ورنی امن بحال کرنے کیلئے ہمسایہ ممالک سے سنجیدہ مذاکرات واقعی کرنا ضروری نہیں ہے۔ کیا پاکستان اپنے ہمسایہ ممالک کے ساتھ مسلسل دشمنی کی پالیسی کو ختم نہیں کر سکتا۔ سینکڑوں کام ہیں جو چکلی بجاتے ہو سکتے تھے۔ بجلی کے کارخانوں کو من مانی کرنے کی اجازت بہر حال ماضی کی حکومتوں نے دی ہے۔ مگر کیا حکومتی قانونی طاقت اتنی کم ہے کہ ان کارخانوں سے عوام دوست نرخ نہیں لیے جاسکتے۔ مگر لگتا ایسے ہی ہے کہ شائد کچھ بھی نہیں ہو پا یگا۔ امید صرف نا امیدی کے سفر میں تبدیل ہو جائیگی۔ خان صاحب کو شائد معلوم نہ ہو کہ اس وقت وہ سیاسی نامقوبلیت کی طرف جا رہے ہیں۔ مستقبل کے دو ڈھانی برس حدد رجہ محنت بلکہ ریاضت کرنے کے سال ہیں۔ اگر مغربی بنگال کی ہندوستانی وزیر اعلیٰ، غیر ملکی اقتصادی ٹیم کے بغیر تیرہ فیصد ترقی کی شرح حاصل کر سکتی ہے، تو ہمیں کس نے روک رکھا ہے؟ اسی سوال میں شائد جواب چھپا ہوا ہے؟

راوِ منظر حیات